''القریتین'' کے دو اہم قبائل بنو قریش و بنو ثقیف ارشاداتِ نبویہ کی رو سے

ناہید کوثر*

قبائل کے تذکروں پر نظر ڈالیں تو ہمیں دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی جدو جہد کے کئی زاویے دکھائی دیتے ہیں، جس وقت نبی کریم ﷺ دعوت وتبلیغ کا آغاز فرمایا اس وقت سیاسی، سماجی اور ادبی ماحول کیا تھا ان باتوں کا عرب قبائل سے متعلقہ کتب سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے، آپ نے مختلف قبائل کے جن لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی اُن کا سماجی مرتبہ ومقام کیا تھا؟ ان کے اسلام لانے سے عرب معاشرے پر کیا مثبت اثرات ہو سکتے تھے؟ مختلف عرب قبائل کی جو با اثر شخصیات دائرہَ اسلام میں داخل ہوئیں ان کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو تقویت حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت حمزہ، حضرت عثمان غنی، حضرت اعلی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن الزبیر، ارقم بن ابو الارقم، عروہ بن مسعود ثقفی، عبداللہ بن مسعود ثقفی، اخنس بن شریق ثقفی، مغیرہ بن شعبہ، نفیع بن الحارث ثقفی وغیرہ کے اسلام قبول کرنے سے دعوت وتبلیغ کے میدان میں تیزی سے کامیابیاں حاصل ہونے لگیں۔ اس تناظر میں مطالعہ سیرت کے ضمن میں قبائل کے تذکروں پر لکھی گئی کتب کی اہمیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

عرب قبائل کے حوالے سے لکھی گئی کتب میں درج مطالعہ سیرت سے متعلقہ معلومات ایک معتبر ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں، ان معلومات سے ہر دور کے سیرت نگاروں نے استفادہ کیا ہے اور آج کا سیرت نگار بھی ان کتب سے ہی نبوی دعوت و تبلیغ کے مخاطبین کا علمی، سماجی اور سیاسی مرتبہ ومقام جان جاسکتا ہے۔ نیز ان کتب کی استنادی حیثیت کا انکار مقالہ نگار کی نظر سے نہیں گذرا، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کتب کی استنادی حیثیت کا انکار کسی کی طرف سے کسی دور میں بھی نہیں کیا گیا بلکہ ایک غیر اعلانیہ اقرار موجود ہے۔

زمانہء قدیم سے ہی عرب قبائل کے تذکروں اور اشخاص کے تذکروں پر مختلف جہتوں سے کتب لکھی گئی ہیں جن سے عربوں کی سیاسی، معاشرتی، سماجی اور مذہبی زندگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہیں سے عربوں کی شعروشاعری کا پتہ ملتا ہے، کہیں سے عربوں کے معاشی نظام کی خبر ملتی ہے اور کہیں اُن کے انساب کا علم ملتا ہے۔ چند کتب درجِ ذیل ہیں جیسے

جمهرة انساب العرب لابن حزم ،انساب الاشراف للبلاذری،المنتخب فی ذکر نسب قبائل العرب للمغیری،الانساب للسمعانی،جمهرة النسب لابن الکلبی،جمهرة نسب قریش واخبارها،نسب قریش لمصعب الزبیری، حلیة الاولیا لابی نعیم الاصبهانی ،صفة الصفوة لعبدالرحمن بن علی بن محمد ابو الفرج الانباء علی القبائل الرواة لابن عبدالبر ،الاستعاب فی معرفة

---

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف فیصل آباد، فیصل آباد، پاکستان

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

الاصحاب لابن عبدالبر،معجم الشعراء للمرزبانی،سمط النجوم العوالی فی أنباء الاوائل والتوالی للعصامی،الوفیات لابن رافع،طبقات الحفاظ للسیوطی،الطبقات لابن سعد،الاصابه فی تمییز الصحابه للعسقلانی،وغیرہ۔

احادیث کومزید سمجھنے کے لیےہمیں سیرت اور تاریخ اسلامی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہےجس کے لیے مغازی اور تاریخ کی کتب اہم ہیں جیسا کی بلاذری اور واقدی کی کتاب المغازی اور بلاذری کی فتوح البلدان کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بہت سی مہمات بھی سرکیں جس میں قریش وثقیف کے قبائل نے حصہ لیا اور ثقیف کے خلاف مہمات کا تذکرہ بھی انہیں کتب سے مل سکتا ہے۔

قریش کے حوالے سے تو احادیث کے کی تحقیق میں اوران کے تاریخ شواھد جاننے میں محقق کوزیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا البتہ بنوثقیف کے سلسلہ میں قابل اعتبار اور غیر جانبدار شواہد تک پہنچنے کے لیےاور حقائق جاننے کے لیے بہت زیادہ دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہےجس کی بڑی وجہ جیسا کہ ان کے نسب کے سلسلہ میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کی درشتی اور سختی ہےجس کی وجہ سےاس زمانے کےشعراءنے انہیں قابل التفات نہ سمجھا جبکہ عربی تاریخ کا زیادہ تر حصہ عربی شاعری میں پایا جاتا ہے

تاریخ کےحوالے سے محمد بن حبیب البغدادی کی کتاب المحبر اور کتاب المنمق فی اخبار قریش بہت اہم تصنیفات ہیں جوزیرنظر بحث کے لیے بہت مفیداور کارآمد ہیں اورسب سے زیادہ اہم ابن اثیر کی کتاب "الکامل فی التاریخ" ہے جوزیرنظر بحث کی تکمیل کے لیے بہت زیادہ کارآمد رہی۔اس کےعلاوہ عاطف عباس حمودی القیسی کی کتاب "ثقیف و دورها فی التاریخ الاسلامیه حتی اواخر العصر الاموی‍ه" بہت اہم ہے جوبنوثقیف کے لیےاصل مصادر تک پہنچنے اوراحادیث کےحوالے سےان کا کردار سمجھنے میں بہت مددگار ثابت ہوتی ہے۔

جزیرۂ عربیہ کا کوئی بھی قبیلہ اپنے سردار کی انتظامی صلاحیتوں اورحسن تدبیر کےسبب باقی قبائل میں اہمیت حاصل کر جاتا تھا،علاوہ ازیں قبیلے کی اقتصادی حالت،سپہ سالاروں کی جرات وبہادری،شعراءاورخطباء کی فنی مہارت بھی کسی قبیلے کے لئے امتیازی مرتبہ مقام کاباعث ہوتی تھی۔یہی وجہ ہے کہ قریش کومذکورہ بالاخوبیوں کےساتھ ساتھ حرم کعبہ کےمتولی ہونے، حجاج کی خدمت سرانجام دینے اور بین الاقوامی تجارتی شاہراہ پر ہونے کے باعث جزیرۂ عربیہ میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اقتصادی،سیاسی،عسکری اورسماجی حوالوں سے مضبوط قبائل دیگرقبائل پراثرانداز ہوا کرتے تھے۔

لہٰذا اجتماع انسانی ضرورت ہے،اسی بات کوحکماء نے یوں بیان کیا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے جسے وہ اپنی اصطلاح میں "عمارت انسانی" کہتے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ انسان کو بالطبع اپنے ابنائے نوع کی ضرورت ہوتی ہے،یعنی

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

جب تک انسان ایک دوسرے کی مدد نہیں کریں گے، انسانی وحدت کا قیام ناممکن ہوگا اور جب انسانی اجتماع نہ ہوگا تب تک نوعِ انسانی کی بقا ممکن نہیں ہوگی ، یہی ضرورت کسی بھی گروہ یا قبیلہ کا نقطۂ آغاز ہے، جبکہ "علمائے نسب" کے نزدیک "قبیلہ "ایک جدِّ اعلی کی اولاد کو بھی کہا جاتا ہے یعنی "بنوأبٍ واحدٍ "۔(۱) اسلام سے پہلے عربوں میں قبیلہ ہی وہ وحدت تھی جس پر عربوں کی اجتماعی زندگی کا دارومدار تھا:

"Clan(Tribe) members may be organized around a founding member or apical ancestor." (۲)

''یعنی کسی قبیلہ کے ارکان یا تو اپنے منتظم کے گرد جمع ہو کر ایک قبیلہ کی تشکیل کرتے ہیں یا ایک باپ کی اولاد اپنے جد اعلی کے گرد جمع ہو کر قبیلہ کی تشکیل کرتے ہیں۔''

قبیلہ کے وجود میں آنے کی تعریف ہی ہماری توجہ اس جانب بھی مبذول کرواتی ہے کہ یہ لوگوں کے ایسے گروہ کی تشکیل ہے جو اپنے جد اعلی کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان میں ایک بڑا فائدہ معاشرتی ضرورت بھی ہے اور یہی معاشرہ کی تشکیل کا نقطہ آغاز بھی ہے۔ آکفورڈ ڈکشنری کے مطابق:(under the word society)

"The community of people living in a particular country or region and having shared customs, laws, and organizations:"

''اس طرح کہا جائے گا کہ قبیلہ ایسے افراد کا مجموعہ ہے جس میں کہ لوگ معاشرتی ضروریات کے تحت لیکن زیادہ تر جد کے نام پر جمع ہوتے ہیں تا کہ قبائلی پہچان بھی ممکن ہو اور ان کے رسوم رواج اور قوانین سماجی و مذہبی تنظیمات بھی مشترک ہوں۔''(۳)

"Many people used the term "tribal society" to refer to societies organized largely on the basis of social, especially familial, descent groups."

''بہت سے لوگ قبائلی معاشرہ سے ایسا اجتماع مراد لیتے ہیں جو اپنے آباؤ اجداد میں سے کسی ایک کے نام پر مجتمع ہوئے ہوں اور ان کی اپنی تہذیب اور رسوم ورواج ہوں، اس طرح قبائلِ عرب میں قبیلہ ایک باپ کی اولاد کو کہا جاتا تھا۔''

قرآن مجید فرقان حمید میں قبیلہ کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے کہ :

﴿يَـاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (۴)

''یعنی اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور شعوب (شاخیں) بنائیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔''

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

گویا اللہ رب العزت نے قبیلہ کی ضرورت یہ بتائی ہے کہ باہم تعارف ہو سکے اور پہچان میں مشکل نہ ہو۔اور پہچانا تو سب سے پہلے باپ دادا کے نام سے ہی بنتی ہے۔

کیونکہ سب کا تعلق کسی نہ کسی قبیلہ سے ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں کا تعلق فلاں قبیلہ سے ہے۔
مجاہد نے "تعارفوا" کی تفسیر یہ بتائی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"تعلموا من انسابکم ماتصلون به ارحامکم فان صلة الرحم محبة فی اهل المثراة فی المال منسأة فی الاثر" (۵)

''یعنی انساب کا علم حاصل کرو جس سے تمہارا تعارف ممکن ہوتا ہے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی ممکن ہوتی ہے (رشتہ داروں کا پتہ چلتا ہے اور ان سے تعلق جوڑنا بھی تعارف سے ہی ممکن ہے کیونکہ صلہ رحمی کرنا محبت کو بڑھاتا ہے۔''

لہذا انساب کی معرفت سے صلہ رحمی میں مدد ملتی ہے جو بعض اوقات مال اور عزت میں اضافے کا سبب بنتی ہے، یہ حقیقت ہے کہ افرادِ قبیلہ کا تعارف بھی قبیلہ کے نام کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے اور بالکل یہی صورتِ حال حجاز میں قبیلہ قریش اور قبیلہ ثقیف کی ہے۔

قرآن اور حدیث نبوی دونوں لازم وملزوم ہیں دینی اور شرعی لحاظ سے بھی، تاریخی اور واقعاتی اعتبار سے بھی تاریخ اسلامی کے لیے ان دونوں کی یکساں ضرورت ہے۔احادیثِ نبوی دعوتِ اسلام اور مختلف قبائل کے ردعمل کے بارے میں نہ صرف جھلکیاں پیش کرتی ہے بلکہ ان تمام مراحل کا ریکارڈ بھی پیش کرتی ہے۔اس سے جہاں احادیث نبوی کو سمجھنے اور ان کا مدعا و مقصود جاننے میں مدد ملتی ہے وہاں بعض قبائلِ عرب کو سمجھنے اور ان کا مدعا و مقصود واضح کرنے میں بھی مدد ملتی ہے اور تاریخِ اسلامی میں ان کا کردار بھی واضح ہو جاتا ہے۔

عرب کی سیاست، معاشرت، ثقافت اور تاریخ میں اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد قبائل کا کردار نمایاں ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت قبیلہ ہی سیاسی اور معاشرتی عوامل کی بہت بڑی اکائی تھا جس کی اکائی اگر چہ افراد ہی تھے لیکن معاشرت اور سیاست فردِ واحد سے وجود میں نہیں آتی بلکہ یہ تو اجتماعی سعی و کاوش کا نتیجہ ہے۔جیسا کہ ہر قبیلہ میں شاعر اور خطیب ہوتا تھا جو اپنے قبیلہ کا سیاسی طور پر دفاع کرتا، اسی عمل نے "مفاخرت" کو باقاعدہ رواج دیا۔کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف پورے افرادِ قبیلہ کا متفق ہونا لازمی تھا۔اس کی ایک مثال فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ قریش کے تمام افراد اور دیگر قبائلِ عرب کا جوق در جوق نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا اور اسلام قبول کرنا ہے۔اس حوالے سے احادیث نبویہ سے بھی قریش کے اس کردار کی وضاحت ہوتی ہے اور سیرت و تاریخ کے طالب علم کو اس سے بہترین رہنمائی حاصل ہوتی ہے، خصوصاً کسی قبیلہ کے حوالے سے اگر ارشاداتِ نبوی میسر آ جائیں تو تاریخ میں ان قبائل کا کردار متعین کرنے میں آسانی ہوتی ہے کیونکہ احادیث نبوی قابل اعتماد ذریعہ ہیں اور اسلامی تاریخ کا بہترین ریکارڈ ہمیں ان سے میسر آتا ہے۔

قبیلہ قریش ارشاداتِ نبوی کی رو سے:

قریش حجاز (جزیرۃ العرب) کا مشہور و معروف قبیلہ ہے جو آغاز سے ہی مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح میں مقیم تھا،

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نبی کریم ﷺ کے ارشادتِ گرامی قریش کے بارے میں من حیث قبیلہ درج کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قریش کا نسب نامہ درج کیا جائے تا کہ قریش کا تعارف ہو سکے۔

قریش کا نسب:

قریش عدنانی عرب ہیں، عدنان کے بارے میں تمام مورخین اور تذکرہ نگاروں کو یقین ہے کہ وہ حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے تھے تاہم عدنان اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان جو پیڑھیاں (سلسلہ نسب) آتی ہیں ان کے بارے میں بحیثیتِ مجموعی کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے اور کسی بھی شخص کا نام معلوم نہیں سوائے عدنان بن معد کے جو یقیناً اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں (۶) ابنِ عبدالبر کا مختار قول یہ ہے کہ قریش فہر بن مالک کی اولاد ہیں (۷) فہر کی اولاد میں سے اکثر لوگ اس نسبت کی وجہ سے ہی فہری کہلاتے تھے اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ فہر کی اولاد ہی قریش ہے کیونکہ قریش فہر ہی کا لقب تھا ان کے علاوہ کوئی قریش یا قریشی نہیں اور ان کے علاوہ کسی اور کی اولاد قریش یا قریشی یا فہری کہلانے کا حق نہیں رکھتی۔ یعنی نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن مضر بن نذار بن معد بن عدنان کی اولاد ہی قریش ہے ان کے علاوہ کوئی نہیں اور جو ان کی اولاد میں سے نہ ہو وہ قریشی نہیں اور قریش فہر ہی کی اولاد ہے۔ (۸) حافظ ابن کثیر نے ابوعمرو کے حوالے سے لکھا ہے کہ آج کے دور میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اپنا قریشی ہونا ظاہر کرے مگر صرف یہی کہ جو فہر بن مالک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے گا۔ (۹)

چونکہ نبی آخر الزماں ﷺ کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے اس لیے قریش وہ انسانی گروہ ہے جس نے اس ہستی کی تعلیمات اور نظرِ اعجاز کے سامنے تربیت پائی جس کی زات اور جس کی سیرت اللہ ربُّ العزت کے فرمان کے مطابق تمام انسانیت کے لیے قابلِ عمل نمونہ ہے، رسول اکرم ﷺ کی شخصیت اور تعلیمات کے کمالات کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ علم وحکمت کی اشاعت، امت کی تعلیم و تربیت اور انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لیے بلا امتیاز ہر قبیلہ میں سے ایک گروہ تیار ہوا، اسی طرح قبیلہ قریش میں سے بھی ایک ایسا گروہ منظر عام پر آیا جس نے علم و معرفت اور جہاد زندگانی کے مختلف گوشوں میں جو کمالات دکھائے وہ اپنی نظیر آپ ہیں، میدانِ جہاد کے لیے قریش کے جو سرفروش تیار کئے گئے انہوں نے انسانیت کی عسکری تاریخ میں ایسے ایسے شاندار بلکہ محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے جو آج بھی دنیا کی عسکری درس گاہوں کے نصاب میں شامل ہیں، سفارت و سیاست کے لیے جو شخصیات تیار ہوئیں انہوں نے آدابِ سفارت اور کارزارِ سیاست میں حسن تدبر، حکمت و مصلحت اور موقع شناسی کے ناقابل فراموش اور قابل فخر کارنامے سرانجام دیئے، لین دین اور کاروبارِ زندگی کے لیے حلقۂ نبوت کی اس تربیت یافتہ جماعت قریش نے انسانیت کے لیے عموماً اور امت مسلمہ کے لیے خصوصاً نہایت خوبصورت اور قابل عمل نمونے مہیا کئے۔

نبی کریم ﷺ نے قریش کا تذکرہ انفرادی نوعیت سے بھی فرمایا اور اجتماعی بھی، انفرادی نوعیت سے افرادِ قریش کے بارے میں جو کچھ احادیث نبویہ میں وارد ہوا اس کے بیان کا تو موقع نہیں ہے البتہ اجتماعی طور پر تاریخ انسانی کی اس عظیم المرتبہ اور بے مثال جماعت کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اسے نہایت اختصار و جامعیت کے انداز میں پیش کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

قریش کی عظمت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے اس قبیلہ کو نبی کریم ﷺ کے وجود مسعود سے

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

عزت وعظمت اور رفعت عطا فرمائی خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ رب العزت نے میرے دل میں جب میری قوم کی محبت دیکھی تو فرمایا کہ یہ قرآن تیری اور تیری قوم کی ناموری ہے تو اللہ تعالی نے اپنی کتاب یعنی قرآن کریم میں میری قوم (قریش) کے لیے ذکر وشرف رکھا، اللہ تعالی نے قریش میں سے ہی صدیق، شہید اور امام کئے، بے شک اللہ تعالی نے تمام انسانوں پر نظر فرمائی تو سب عرب سے بہتر قریش نکلے اور وہی برکت والے درخت ہیں، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے کہ پاکیزہ بات کی مثال ایسی ہے جیسے پاکیزہ درخت یہ کہ قریش کی جڑ پائیدار ہے یعنی اس کی اصل کرم ہے جس کی شاخیں آسمان میں ہیں اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالی نے انہیں اسلام کا شرف بخشا اور انہیں اس کا اہل کیا۔(۱۰) اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں قبیلہ قریش کا ذکر فرما کر اس کی ناموری کو بامِ عروج تک پہنچا دیا، ان کا ایک سلسلہ نسبت، قابل فخر ومباہات حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ہے جس وجہ سے قریش کی عزت وناموری مسلم ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قریش کے ساتھ مودت ومحبت رکھنے اور ان کی اہانت سے احتراز لازم رکھنے کی تلقین فرمائی، آپؐ قریش کے لیے زیادہ بھلائیوں کے طالب رہتے اور کسی نعمت کو ان کے لیے کافی خیال نہ فرماتے اور نہ ہی آپؐ نے قریش سے انتقام کے بارے میں عجلت کا مظاہرہ فرمایا(۱۱)۔ یہاں تک کہ قریش کی بے انتہا ایذا رسانیوں کے جواب میں بھی آپؐ نے ہمیشہ ان کے لیے دعا ہی فرمائی اس وقت بھی جب وہ آپؐ کے جان کے درپئے تھے۔ قریش وہ قبیلہ ہے کہ اسے اللہ رب العزت نے اپنی رحمت کے لیے خاص کیا اور اس سے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی نبوت کے لیے خاص فرمایا۔(۱۲)

ابن خلدون نے نبوت کی علامت بتاتے ہوئے نبی کی چوتھی علامت اس کا صاحب حسب ہونا ذکر کی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی ہر نبی کو اسی قوم میں پیدا کرتا ہے جو اس کی حمایت واعانت کر سکے۔ اسی لیے دیکھئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی دیواریں بلند کرتے ہوئے یہی دعا کی کہ

﴿رَبنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسول منهم...الخ﴾ (۱۳)

''یعنی اے اللہ! ان میں ایک رسول بھیج جو انہی میں سے (اسی قوم میں سے یعنی قریش سے) ہو۔''

اسی حکمت کو لوگ بھی جانتے تھے اسی وجہ سے ہرقل (قیصر روم) نے اُبوسفیان سے جو سوالات کئے ان میں نبیؐ کے حسب کے بارے میں بھی پوچھا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انبیاء صاحبِ حسب ہوتے ہیں اور اس میں باری تعالی کی حکمت ومصلحت یہ ہے کہ قومی شوکت اور گروہی حشمت بھی انبیاء کی مددگار ہو(۱۴) قریش کی عظمت وحشمت اور وجاہت کے بارے میں کسی کو انکار نہیں تھا اور ہر کام اور ہر معاملہ میں تمام قبائل قریش کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔

نظامِ کائنات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ہر قدم پر ایک ترتیب اور استواری ہے کیونکہ اسباب مسببات کے ساتھ مربوط ہوتے ہیں، نبی چونکہ اپنے زمانے، قوم اور وقت کے لحاظ سے ایک عظیم ہستی ہوتا ہے اس لیے اس کا تعلق عظمت ورفعت کے ساتھ جڑا ہوتا ہے اور وہ کسی طور اس سے جدا نہیں ہوتا اور چونکہ اپنی قوم، اپنے گروہ میں رفیع المرتبہ ہوتا ہے اس لیے لازم ہے کہ اس کی قوم بھی اپنے زمانے میں دوسری اقوام اور گروہوں کے درمیان بلند مرتبہ کی حامل ہو، اسی طرح نبی کریم ﷺ مخلوق میں سب سے بہترین یعنی افضل البشر اور جس گروہ میں آئے وہ گروہ سب سے بہتر اور جس زمانے میں آئے وہ زمانہ زمانوں سے بہتر اسی لیے تو ارشاد نبوی ہے:

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

"خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرَنِیْ"۔ "یعنی میرا زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے۔"
آپ ؐ جس گروہ یا قبیلہ میں تشریف لائے تو قبیلہ تمام قبائل میں عظمت والا اور آپ ؐ کا گھرانہ (بنو ہاشم) تمام گھرانوں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔(۱۵)

عربوں کے قبائلی نظام میں قبیلہ کو ہی خاص اہمیت حاصل تھی اور قبیلہ اگر شاخ در شاخ ہوتا (یعنی بہت سی شاخوں کا حامل ہوتا) تو ہر شاخ اپنی اصل کی مددگار تھی یہی وجہ ہے کہ پیغمبرِ اسلام نے قبائل کی اسی حمیت کو فوج کے اعلیٰ مقاصد کے لیے استعمال فرمایا جس میں افواج کی تقسیم قبائل کے لحاظ سے بھی کی جاتی تھی چنانچہ:

"Islam made full use of the tribal system for the military purpose .It divided the army into units based on tribal lines."(۱۶)

یعنی اسلام نے اپنے فوجی مقاصد کے لیے قبائلی نظام کا مکمل استعمال کیا اور فوج کو اکائیوں (units) میں تقسیم کرتے وقت اسے قبائل اور اس کی شاخوں کے لحاظ سے تقسیم کیا جاتا تھا۔

اسی طرح قریش بھی پیغمبر اسلام ﷺ کے مددگار رہے، ابتدائے اسلام میں سیدنا اُبوبکر الصدیق، سیدنا حمزہؓ، سیدنا عثمان غنیؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدہ خدیجہؓ، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، جنابِ اُبوطالب اور راہِ خدا میں اپنا گھر سب سے پہلے اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے وقف کرنے والے اُرقم بن اُبی الاُرقم کہ جن کا گھر اسلام کی پہلی وقف املاک اور مکی دارالاسلام قرار پایا۔(۱۷) نبی کریم ﷺ نے دیگر قبائل عرب مثلاً اسلم، غفار، جہینہ اور مزینہ کی وفاداری اور مدد وحمایت کا ذکر کرتے ہوئے قریش کا بھی خاص طور پر ذکر فرمایا کہ یہ قبائل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مددگار ہیں اور اللہ اور اس کا رسول ان کے مددگار ہیں (۱۸) اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ قریش بلا جھجک اسلام کی طرف مائل ہوئے (۱۹) نیز قریش کی یہ فضیلت اسلام کی طرف سبقت اور احکام میں ایثار کی وجہ سے ہے۔ اعلان نبوت کے بعد اگرچہ کچھ افراد قریش نے طویل عرصے تک اسلام کی سخت مخالفت بھی کی لیکن قریش کی طرف سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی نصرت وحمایت ان سب سے بڑھ کر اور ہمیشہ کے لیے ہے جیسے حضرت اُبوطالب کی اپنے خاندان سمیت شعب اُبی طالب میں تین سال تک محصوری، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، سیدنا حمزہ، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدہ خدیجہ کبریٰؓ، شب ہجرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی جانثاری، سیدنا اُبوبکر کے اہل خانہ کی امداد، ہجرت حبشہ اور بعد کی تاریخ اسلامی میں قریش کا کردار لازوال ہے۔(۲۰)

ابتدائے اسلام سے ہی قریش کی سماجی، اقتصادی اور معاشرتی اہمیت مسلم تھی یہاں تک کہ تمام دینی اقتصادی اور سماجی سرگرمیوں کی رہنمائی قریش کے ہاتھ میں تھی، وہ بیت اللہ کے متولی، عکاظ کے میلہ کے منتظم تجارتی کاروبار میں سب کے نگران وسربراہ تھے اور ان کی حیثیت ایسی تھی کہ دنیا کے تمام امور میں رہنمائی کے لیے اور مدد کے لیے تمام قبائل عرب کی نظریں قریش کی ہی طرف لگی رہتی تھیں۔

on the eve of rise of Islam, during the late fifth century ...established the quraish as the center of a far-flung commercial empire " (۲۱)

یعنی اسلام کی آمد پر پانچویں صدی عیسوی میں قریش ہی تجارتی وادبی مرکز کے طور پر مرجع خلائق تھے۔

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہر شعبۂ زندگی میں قریش کی سیادت مسلّم تھی جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ قریش سادة العرب یعنی قریش تمام عرب کے سردار ہیں۔قریش اللہ کا انتخاب اور اس کی پسند اور تمام قبائل عرب میں عزت دار ہیں، یہی وجہ ہے کہ نبی کرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ بنی عبد مناف سارے قریش کی عزت ہیں اور قریش اولاد قصی (۲۲) کے تابع ہیں اور باقی تمام لوگ قریش کے تابع ہیں (۲۳)

مشاہدہ شاہد اور تاریخ گواہ ہے کہ شریف اقوام بحیثیت مجموعی دیگر اقوام سے حیا،حمیت،تہذیب،مروّت، سخاوت،شجاعت،سماحت، سیر چشمی، حوصلہ، ہمت اور اخلاق حمیدہ موہوبہ مکسوبہ میں زائد ہوتی ہیں۔قریش کی جراءت، شجاعت،قوت،شہامت اور سخاوت اسلام اور جاہلیت دونوں میں شہرہ آفاق رہی ہے اس وقت بھی جب اہل مکہ قحط سے دوچار ہوتے تو وہ قریش ہی کی طرف رجوع کرتے ، یہ ضرورت مندوں کی مدد کرنے والے، بھوکوں کو کھانا کھلانے والے، بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچانے والے اور مصیبت زدوں اور لاچاروں کو پناہ دینے والے تھے، ایسی ہی اقوام اور قبائل کے مقدر میں سلطنت ملک اور سلطنت علم ہوتے ہیں کیونکہ دین و دنیا کی بادشاہی یعنی سلطنتِ علم و سلطنتِ حکومت ہمیشہ شریف اقوام میں ہی رہی ہیں جبکہ دوسری اقوام کا حصہ اس میں معدوم یا کالمعدوم رہا ہے،قریش کی شرافت وعظمت کے سب قائل رہے اور اُخلاق فاضلہ میں قریش کا حصہ غالب رہا کریم النفس افراد سے دوسروں کے جان بوجھ کر نقصان کی توقع نہیں رکھی جاسکتی وہ انجانے میں تو غلطی سے کسی کے نقصان کا موجب ہو سکتے ہیں لیکن ارادۃً نہیں ،قریش کریم النفس تھے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کریموں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔(۲۴)

خلیفہ کے لیے قریشی ہونے کی شرط جو حدیث نبوی کے مطابق ہے اس پر تمام علماء سلف وخلف کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خلافت قریش ہی میں رہے گی جب تک ان میں دو لوگ بھی باقی ہیں۔نیز یہ کہ جب تک قریش دین پر قائم رہیں گے خلافت ان میں رہے گی اور ان سے دشمنی کرنے والے کو اللہ تعالی منہ کے بل جہنم میں گرائے گا۔(۲۵) سقیفہ بنی ساعدہ والے دن بھی سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا اُبوبکر الصدیق نے اسی حدیث کے ذریعے حجت قائم فرمائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہ کیا اور علمائے کرام نے اسے مسائل اجماع میں شمار کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

> ''جب نبی کریم ﷺ نے فرمادیا کہ خلافت ہمیشہ قریش میں ہی ہوگی یعنی انہی میں ہی ہونی چاہئے لہٰذا شرعاً ان کے غیر میں خلافت کا انعقاد جائز نہیں،صحابہ کرام کے زمانہ سے اس پر اجماع ہو چکا ہے اور اسی حدیث کو مہاجرین نے انصار پر بطورِ حجت پیش کیا۔''(۲۶)

اس دنیا میں اللہ کی رضا کا حصول اور اس کے قانون کا نفاذ انسان کی غایت تخلیق اور بنیادی ذمہ داری ہے۔یہی وہ ضرورت تھی جس کا ذکر اللہ تعالی نے تخلیق آدم کے وقت فرشتوں کے سامنے کیا تھا اور یہی وہ وعدہ تھا جو اللہ تعالی نے تمام ارواح انسانی سے "عہد الست" کی صورت میں لیا تھا،اسی مقصد کے لیے انبیاء ورسل کا سلسلہ شروع کیا گیا اور کتبِ سماوی کا نزول ہوا۔ایک وقت تھا کہ خلافت فی الارض کے سلسلہ میں بنی اسرائیل کو دنیا کا قائد اور امام بنایا گیا مگر اس گروہ کی مسلسل

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ناکامیوں اور نافرمانیوں کے نتیجے میں اسے اس منصب سے معزول کر کے امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو فائز کیا گیا جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾(۲۷)

''یعنی اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط (تمام امتوں اور قوموں کے لیے ماڈل اور نمونہ) بنایا تا کہ تم دنیا کے تمام انسانوں پر (اللہ کے دین کے) کے گواہ بن جاؤ اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو جائے۔''

یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ میں مسلمانوں (خصوصاً قریش) نے اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے بڑی زبردست جدوجہد کی اور انہوں نے خلافت راشدہ کی صورت میں ایک ماڈل اور جدید ترقی یافتہ نظام دنیا کے سامنے پیش کیا جس کی نظیر تاریخ انسانی اب تک پیش نہیں کر سکی۔ ازاں بعد تاریخِ اسلام کے ہر دور میں خلافت علی منہاج النبوۃ قائم کرنے اور اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوششیں جاری رہی ہیں اور یوں مسلمان روز اول سے تا امروز تمام دنیا کے انسانوں کو اپنا مخاطب اور ہر ملک کو اپنا دائرہ عمل تصور کرتے ہیں۔

قریش میں ہی حکومت رہنے کی صورتوں کو مفکرینِ اسلام نے اپنے اپنے انداز میں واضح کیا ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا نظریہ ارتقاء جو ڈارون کے نظریہ ارتقاء سے قریباً ایک صدی پہلے پیش کیا گیا ہے جس کی تفصیلات "البدور البازغة" اور "التفهيمات الالهية" میں ملاحظہ کی جاسکتی جن میں نظریہ خلافت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ نے "حجة اللّٰه البالغة" میں ایک آفاقی خلافت سے بحث کی ہے اور "خلافت کبریٰ" اور "ملت قصویٰ" کا نظریہ پیش کیا ہے۔ خلافت کبریٰ سے مراد ایسی حکومت ہے جو مختلف اقالیم کے باشندوں کے مابین رابطوں اور مختلف حکومتوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں اور مسائل کو حل کرے اور اس طرح ان مسائل کے حل سے نوع انسانی کو امت قصویٰ میں ڈھال دے۔ ملت قصویٰ سے مراد تمام دنیا کے انسانوں کا ایک مرکزی اسلامی حکومت کے ماتحت جمع ہونا اور ایک صالح معاشرے کے قیام کے لیے تعاون کرنا ہے۔(۲۸)

یہی امامتِ کبریٰ ہے جسے شریعت مطہرہ نے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے(۲۹) باقی سب لوگ اس کام میں قریش کے تابع ہیں(۳۰) زمانۂ صحابہ سے متواتر علمائے کرام حتیٰ کہ خود سلاطین اسی کے پابند رہے اور آج تک ہیں۔ بڑے بڑے جابر بادشاہ گزرے لیکن کبھی غیر قریش نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ کہلوایا اور نہ ہی خلافتِ مصطفویہ شرعیہ کا دعویٰ کیا، جب تک خلافتِ عباسیہ قائم رہی خلیفہ ہی کی سرکار سے سلطان کی تاجپوشی ہوتی رہی، سلطان دستِ خلیفہ پر بیعت کرتا اور اس منصب شرعی کا حقدار اسی کو جانتا اگرچہ زور و طاقت و سلطنت میں خلیفہ سے کہیں زیادہ ہوتا، جب کفارِ تاتار کے دستِ ظلم سے محرم ۶۵۶ھ میں جامۂ خلافت تار تار ہو گیا تو اس بارے میں علماء نے فرمایا کہ ساڑھے تین برس خلافت منقطع رہی حالانکہ اس وقت بھی قاہر سلطنتیں موجود تھیں، مصر میں ملک ظاہر سلطان بیبرس کا دور دورہ تھا۔(۳۱) جناب ابوالکلام آزاد کا بھی یہی کہنا ہے کہ جب تک بغداد کی خلافت رہی تمام حکمران اس کے فرماں بردار رہے جب ۶۶۰ھ میں مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تو اگرچہ یہ عباسیہ کے کاروانِ رفتہ کا محض ایک نمود غبار تھا تاہم سلاطین ہند اس کی حلقہ بگوشی و غلامی کو اپنے لیے فخر سمجھتے تھے اور مرکزی خلافت کی عظمت دینی نے انہیں مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوانے کے لیے مقامِ خلافت

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

سے پروانۂ نیابت حاصل کرتے رہیں(۳۲) یعنی خلافت کی عظمت کا ہمیشہ یہ حال رہا کہ خلافتِ بغداد مٹنے کے بعد بھی خلافت کی محض نام ہی کی نسبت رہ گئی تھی مگر مسلمان سلاطین اسے بھی اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ ہندوستان جیسے دور دراز کے ملک میں بھی ایک عظیم الشان فرمانروا اقلیم مصر کے دربارِ خلافت سے اذن اور اجازت حاصل ہونے پر اظہارِ فخر کرتا تھا یعنی حقیقی خلافت اگرچہ مٹ گئی لیکن اس کا نام بھی اس درجہ اہمیت رکھتا تھا کہ اس کی عظمت تمام عالم اسلامی پر چھائی ہوئی تھی اور وہاں کا فرمان آسمانی فرمان اور وہاں کا حکم بارگاہِ نبوت کا حکم خیال کیا جاتا تھا۔ خلافت عثمانی کے بارے میں بھی قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ ان حکمرانوں نے اپنے آپ کو خلیفہ نہیں بلکہ سلطان کہلوایا، اور خادم الحرمین الشریفین کا لقب اختیار کیا۔

لیکن یہ تو تصویر کا ایک رخ تھا اور حدیث کا ایک پہلو تھا جس میں ان لوگوں کی رائے کو ذکر کیا گیا جو خلافت کے لیے شرط قرشیت کو لازم قرار دیتے ہوئے مذکورہ بالا حدیث سے استشہاد کرتے ہیں لیکن دوسرے رخ سے دیکھتے ہوئے بعض مسلمان مفکرین جیسا کہ ابوالکلام آزاد اسے اطلاع اور پیشن گوئی پر محمول کرتے ہیں اور خلافت کے لیے شرط قرشیت پر بحث کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد کا کہنا ہے کہ شرطِ قرشیت سے آئندہ کی نسبت اطلاع دینا مقصود ہے حکم وتشریع نہیں، اس کی حیثیت صرف ایک پیشن گوئی کی ہے جو ایک خاص وقت تک تھی، جو پوری ہوئی۔(۳۳)

جبکہ "خلافت کبریٰ" اور "ملت قصویٰ" کا شاہ ولی اللہ کا نظریہ کوئی پیشین گوئی، تجویز یا منصوبہ نہیں بلکہ وہ اسے مستقبل کی ایک مسلّمہ حقیقت کے طور پر دیکھتے ہیں جو کہ ایک آفاقی خلافت کی صورت میں وقوع پذیر ہو سکتی ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نظریہ ارتقاء کی رو سے انسانی ترقی کا چوتھا مرحلہ اسلام کے ماتحت ہوگا، ان کے نزدیک خلافتِ راشدہ (قریش کی خلافت) مستقبل کے لیے ایک نمونہ یا اُسوہ (Model) ہے اس لیے مستقبل کی بہترین ریاست بھی خلافت یعنی "خلافتِ کبریٰ" ہوگی اور اس کا مقصد تمام دنیا کو ایک ملت بنانا ہوگا جو کہ "ملت قصویٰ" کہلائے گی۔(۳۴)

عصر حاضر میں اس خلافت کی ضرورت واہمیت درج ذیل تین پہلوؤں سے واضح ہوتی ہے:

۱۔ گزشتہ صدی کو انقلابات کی صدی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ اس صدی نے دو عظیم جنگوں کو دیکھا جس کے نتیجے میں اقوامِ عالم کو اس بات کا احساس ہوا کہ ایک ایسا ادارہ اور برتر قوت ہونی چاہئے جو متحارب ریاستوں کے باہمی اختلافات کو حل کرے، جو عدل وانصاف کا منبع ہو اور جس کی مسلمہ حیثیت پر سب متفق ہوں۔ اس احساس کے نتیجے میں پہلے "لیگ آف نیشنز" اور پھر موجودہ "اقوامِ متحدہ" کا قیام عمل میں آیا۔ جب دنیا دو بڑے بلاکوں میں تقسیم ہوئی اور سرد جنگ کا آغاز ہوا تو طاقت وروں نے کمزوروں پر دست درازیاں شروع کر دیں جن کا سلسلہ ہنوز جاری وساری ہے، اسی دست درازی کا ایک منظر آج کل پاکستان پر ڈرون حملے، ایران کے بارے میں پالیسیاں اور اس کے باوجود ڈو مور (Do more) کا مطالبہ ہے۔ اقوامِ متحدہ بڑی طاقتوں کی آلہ کار بن چکی ہے اور اس کی بے بسی اور بے حسی کا منظر عام ہے اور یوں آج پھر کسی خداترس وغیر جانبدار طاقت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، جو "خلافتِ کبریٰ" ہی ہو سکتی ہے جو قریش کے لیے مشروط اور خلافتِ راشدہ (جو کہ قریش ہی کا ماڈل ہے) کے مطابق ہوگی۔

۲۔ خلافت عثمانیہ کا زوال، اسلامی ریاستوں کی استعمار سے آزادی اور روح جہاد کی بیداری نے ظالم اور استعماری قوتوں کو متحد کر دیا ہے، سویت یونین اور کمیونزم کی ناکامی، یہ وہ تمام بدلتے ہوئے حالات ہیں جو عالمگیر جامع اور آفاقی نظام کے متقاضی ہیں اور دنیا ایک بار پھر کسی مکمل جامع نظام معیشت ومعاشرت اور سیاست وتمدن کی تلاش

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

میں ہے جو صرف اور صرف قریش کے نظامِ خلافت کے مطابق ہی ممکن ہوسکتا ہے۔

۳۔ عصرِ حاضر میں دنیا گلوبل ولیج (Global village) کی صورت اختیار کر گئی ہے جسے ایک مکمل، جامع اور عالمگیر نظام کی ضرورت ہے۔

قریش فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بلند مرتبہ پر فائز تھے اور شعر و ادب کے لحاظ سے بلند ذوق کے مالک تھے یہاں تک کہ ادبی تنقید کے امام متصور ہوتے تھے، ادباءِ عرب اپنا کلام ادبی تنقید کے لیے ان کے سامنے پیش کرتے تھے اور ان کی قطعی رائے کو بلا چون و چرا تسلیم کرتے تھے یہاں تک کہ اسلام لانے سے قبل لوگ اعجاز القرآن کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی قریش سے ہی رائے لیتے تھے اور ان سے ہی مشورہ کرتے تھے (۳۵) کیونکہ قرآن قریش ہی کی زبان میں نازل ہوا اور اس کا صحیح فہم رکھنے والے بھی قریش ہی تھے، اسلام لانے سے قبل بھی قریش قرآن کی شرینی اور تازگی سے متاثر تھے اور اس کے اسلوب کو بشری استعداد سے بلند و برتر سمجھتے تھے اور اسلام لانے کے بعد تو قریش ہی کے دو فرد "ترجمان القرآن" اور "باب مدینۃ العلم" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ فہم قرآن کا ملکہ بھی قریش سے بڑھ کر اور کسی کو نہ تھا جبکہ فن کتابت میں بھی سوائے بنو ثقیف کے ان کا کوئی ثانی نہ تھا، اس لیے چاہے قرآن کے لہجے پر جھگڑا ہو یا قرآن کی کتابت کی بات ہو دونوں صورتوں میں قریش سے ہی کتابتِ قرآن کی سفارش کی گئی اور قریش کے لہجے کو ہی قرآن کا لہجہ تسلیم کیا گیا۔ (۳۶)

تمام عربوں نے قریش کی فراست، سیاسی بصیرت اور امامت کو تسلیم کیا اور قریش ایک عرصے تک عربوں کی سیاسی امامت اور رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اور انہوں نے ایک طویل عرصے تک اپنی سیاسی بصیرت اور طبعی ذہانت کا لوہا منوایا یہاں تک کہ عبدالرحمٰن الداخل نے شکست خوردہ ہونے کے باوجود اپنی سیاسی بصیرت اور ذہانت کی بناء پر اندلس میں داخل ہو کر اپنی حکومت کی بنیاد رکھی اور اسے طویل عرصے تک باقی اور قائم رکھا۔ (۳۷)

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ کسی کے ایک ناقہ ہدیہ کے بدلہ میں چھ (۶) ناقے عطا فرمائے لیکن وہ پھر بھی خوش نہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ میں قریش اور ثقیف کے علاوہ کسی اور کا ہدیہ قبول ہی نہیں کروں گا (۳۸) یہ اس وجہ سے ہے کیونکہ قریش اَخلاقِ کریمہ اور اَخلاقِ فاضلہ کے مالک ہیں اور لالچ سے ان کی طبیعت مبرا ہے، یہ حقیقت بھی ذہن میں رہے کہ قریش کا دوسرے قبائل کے ساتھ یہ موازنہ بحیثیتِ مجموعی ہے نہ کہ فرداً فرداً اور حکم کے لیے غالب بلکہ اغلب کافی ہے۔

قریش اصحاب امانت تھے اور نبی کریم ﷺ کے نزدیک بھی قریش راستی اور امانت والے تھے اور ان کی لغزشوں کو جان بوجھ کر پکڑنے والوں کے لیے جہنم کی وعید ہے۔ (۳۹)

نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی رو سے قریش میں چار باتیں ایسی ہیں جو ان کے علاوہ کسی اور قبیلے کے بارے میں مذکور نہیں ہیں، وہ یہ کہ فتنہ کے وقت سب سے زیادہ اصلاح پر ہوتے ہیں، دیکھئے کہ فتنۂ ارتداد کے وقت قریش اور ثقیف ہی تھے جو صراطِ مستقیم پر رہے۔ دوسرا یہ کہ وہ لڑائی میں پسپا ہوں تو بھی ہمت نہیں ہارتے اور دشمن پر جلد پلٹ پڑتے ہیں، تیسرا یہ کہ مصیبت کے بعد سب سے پہلے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ اور چوتھا یہ کہ قریش یتیم اور مسکین کے حق میں سب سے بہتر ہیں اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے والے ہیں۔ (۴۰)

علم و حکمت فہم و فراست اور حکومت و قیادت میں قریش ہمیشہ اعلیٰ مقام پر متمکن رہے، انہی کی دینی فہم و فراست نے دنیا میں اجالا کیا۔ شعر و ادب کے امام رہے، حکومت، سیاست میں حزم و احتیاط انہی کے دامن گیر رہا، اپنے زمانے میں دنیا کی قیادت کی اور بعد والوں کے لیے قابلِ عمل نقوش چھوڑے، حجاز سے پرچمِ قیادت لے کر اٹھے اور وسط ایشیا و برصغیر اور یورپ و افریقہ تک حکومت کی علم و حکمت کی مشعل لے کر اٹھے اور دنیا کو اجالوں سے معمور کر دیا، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

فرمایا کہ قریش کو برامت کہو کیونکہ ان میں سے ایک عالم روئے زمین کو اپنے علم سے بھر دے گا۔(۴۱) اکثر محدثین اور فقہاء کی رائے ہے کہ اس سے مراد امام شافعی ہیں اور کچھ اہلِ علم اسے مطلق پر محمول کرتے ہیں کیونکہ ہر زمانے میں علم کی قیادت قریش ہی کے ہاتھوں میں رہی ہے جو اپنے نورِ علم اور دینی فہم وفراست سے دنیا کو منور کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

قریش چاہے حالت کفر میں ہوں یا حالت ایمان میں دونوں صورتوں میں دوسرے قبائل کے درمیان گل سرسبد کی طرح نظر آتے ہیں۔ پیغمبر اعظم وآخر نے جب اسلام کی طرف عام دعوت دی تو عرب کی اکثریت نے صرف اس لیے توقف کیا کہ دیکھئے ان کے (نبی کریم ﷺ) اپنے قبیلے والے یعنی قریش کیا کرتے ہیں، چونکہ ابتداء میں قریش کی غالب اکثریت نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس لیے دوسرے عرب قبائل نے اسلام قبول کرنے میں توقف کیا اور وہ خاموش رہے اور فتح مکہ کے بعد جب تمام قریش نے اسلام قبول کرلیا تو باقی تمام قبائل نے بھی قریش کا اتباع کیا اور وفود کی صورت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔(۴۲) یعنی خیر اور شر دونوں صورتوں میں غیر قریش قریش کا اتباع کرنے والے ہیں۔(۴۳) اسی لیے قریش سے علم سیکھنے ان کا اتباع کرنے اور انہیں مقدم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور قریش کے ساتھ تعلق کو قابل فخر کہا گیا ہے (۴۴) قریش اللہ والے ہیں جو ان کی مخالفت کریگا وہ ابلیس کے ساتھیوں میں سے ہو جائے گا کیونکہ قریش جھگڑوں کا تصفیہ کرنے والے اور اصابت رائے والے ہیں۔(۴۵)

اللہ رب العزت نے قریش کو سات ایسی چیزوں سے فضیلت بخشی جو ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی اور کو نہ دی گئیں۔ نبوت ان میں ہے، خلافت ان میں ہے، بیت اللہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی سعادت انہی کے پاس ہے، انہیں اصحاب الفیل یعنی ہاتھی والوں (ابرھہ اور اس کے لشکریوں) کے مقابلے میں مدد دی گئی، قریش نے سات سال یا بقول بعض ۲۰ سال تک اللہ کی عبادت کی جبکہ کسی اور نے نہ کی اور ان کے بارے میں سورۂ قریش نازل ہوئی جس میں ان کے علاوہ کسی اور کا تذکرہ نہیں ہے۔(۴۶)

الغرض قریش اہل اللہ، جیران اللہ، نیکی اور تقوی کی وجہ سے شفاعت ومغفرت میں مقدم، اہل امانت وصداقت (۴۷)، قربتِ مصطفیٰ ﷺ والے اور نفعِ آخرت والے ہیں۔ قرآن مجید جس بات کو انسانی زندگی کا مقصد قرار دیتا ہے یعنی انسانیت کی آزادی اور انسانوں کو بھوک سے نجات دلانا، قریش اس مقصد کو بے لوث انداز میں سرانجام دیتے تھے، وہ جماعت ایمان جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی مدد کی اور حسن عمل سے اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کا فریضہ انجام دیا۔ یہاں تک کہ ان کے طبقۂ نسواں نے بھی دین وادب اور بہادری وشہسواری میں نام کمایا جو تمام عرب سے بہترین ہیں کہ جن کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے کہ قریش کی خواتین عرب کی تمام خواتین سے بہترین ہیں جو اپنی اولاد پر مہربان اور اور شوہر کی وفادار ہوتی ہیں۔(۴۸)

اسطرح قریش من حیث القبیلہ سعادت والے، شفقت ومحبت اور رحمدلی وبردباری والے اور اہل امانت وصداقت ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قریش اہل اللہ ہیں اور نبی کریم ﷺ کی نسبت کی وجہ سے اہل شفاعت ہیں کہ جن کی سب سے پہلے شفاعت کی جائے گی اور نسبت مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے روز قیامت قرب مصطفیٰ ﷺ والے ہیں۔

قبیلہ بنو ثقیف ارشادات ِنبوی کی رو سے:

ثقیف کا مادہ ث، ق، ف ہے **الثقاف** لکڑی کے اس آلہ کو کہا جاتا ہے جس سے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ اسی سے **ثقف الرمح** ہے یعنی تیر کو سیدھا کرنا اور درست کرنا، اسی طرح **"ثقف الولد"** ہے یعنی اولاد کو تعلیم دینا اور مہذب بنانا

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہے۔(۴۹) یعنی ثقیف وہ لوگ ہیں جو حالات و واقعات کے تھپیڑوں سے قوی اور مہذب ہو گئے، تجربات زندگی نے انہیں ڈھال کر بہترین راستے کی طرف ڈال دیا۔ اسی طرح ثقف مثل ندس ہے اور ندس حذر کے معنوں میں ہے اور حـــذر اذا حذق و فطنثقی ف مثل سکیت (۵۰) ہے۔

ثقیف کے بارے میں اس طرح کی رائے کا اظہار کہ وہ سنگدل یا سخت ہیں یا نسب کے بارے میں اختلاف کا پس منظر یہ ہے کہ ثقیف ایک مفرور پناہ گزین تھا جس نے مصلحتاً اپنا نسب پوشیدہ رکھا ہو گا اور اختلاف کا دوسرا سبب ثقفیوں کے ان لوگوں کی سختی اور شدت ہے جنہوں نے سیاست میں کوئی کردار ادا کیا جیسے حجاج بن یوسف ثقفی مختار ثقفی اور زیاد ثقفی وغیرہ۔(۵۱)

ماہرین انساب کی اکثریت نے ثقیف کے نسب کے بارے میں بہت سی روایات ذکر کی ہیں لیکن وہ کسی ایک روایت پر ٹھہرے نہیں، ثقفیوں کی شدت پسندی کی وجہ سے کسی شاعر نے بھی خصوصاً ان کو مدح کے لائق نہیں سمجھا جیسا کہ فرزدق، یہ چونکہ حجاج کے دوستوں میں سے نہ تھا اس لیے بھی اس نے بنو ثقیف کو مدح کا مستحق نہ گردانا۔

ثقیف کے نسب کے بارے میں دو قول ہیں ایک تو یہ ہے کہ ثقیف قیس عیلان میں سے ہیں تو اس صورت میں ان کا نسب ہوگا" **قسي بـن منبه بن بكر بن هوازن بن منصور بن عكرمة بن خصفة بن قيس عيلان بن مضر بـن نزار بن معد بن عدنان**" جبکہ دوسرے قول کے مطابق "**قسي بـن منبه بن النبيت بن منصور بن يقدم بن افسى بن دعمى بن اياد**"(۵۲)

ماہرین انساب کی اکثریت انہیں ہوازن میں سے خیال کرتے ہیں (۵۳) چونکہ ماہرین انساب کی غالب اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ بنو ثقیف ہوازن میں سے ہیں اور جب غالب اکثریت کسی ایک بات پر متفق ہو جائے تو وہ چیز صحت و قبول کے قریب تر ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ثقفیوں کی غالب اکثریت بھی اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ وہ ہوازن میں سے ہیں۔

نزول وحی کا آغاز ہی نبی کریم ﷺ کے لیے ایک نئے مرحلہ کا آغاز تھا جس میں آپ ؐ کو انتہائی تکالیف، مشکلات اور عداوت کا سامنا کرنا پڑا۔ دراصل اسلام کی اشاعت کوئی آسان کام نہ تھا اس راستے میں بے شمار صعوبتیں آئیں، ایک طرف تو کفار و مستکبرین قریش تھے جو ہر حیلے وسیلے سے راہِ حق میں رکاوٹیں کھڑی کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اس وقت اپنی سماجی، دینی اور اقتصادی حیثیت کے لیے اس نئے مذہب کو خطرہ خیال کر رہے تھے اور اپنی اس انفرادی حیثیت کو کھونا نہیں چاہتے تھے۔

معاندین و مستکبرین قریش نے اسلام کے خلاف اپنی دشمنی کی ابتدا تکذیب وحی سے کی، اپنے وفود بھی نبی کریمؐ اور جناب اُبو طالب کے پاس بھیجے تا کہ دعوت حق کو روک سکیں لیکن خود افرادِ قریش ہی اسلام کی طرف آہستہ آہستہ کھنچتے چلے آئے اور اس افضل البشر کو دنیا کا کوئی مادی لالچ راہِ حق سے نہ ہٹا سکا۔ مستکبرین قریش ابتدا میں السابقین الاولین کے بارے میں یہ خیال کرتے تھے کہ یہ ضعیف، لاغر اور کمزور ہیں لیکن یہ جماعت ایمان اور اسلام کے لحاظ سے بہت قوی اور مضبوط تھی۔ تاہم سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اُبو طالب کی وفات کفار و مشرکین کے لیے ایک ایسا موقع تھا کہ جب وہ آپؐ سے اپنی ناکامیوں کا انتقام لے سکتے تھے۔ اور یہی وہ موقع تھا جب نبی کریم ﷺ نے باذن اللہ طائف کی طرف جانے کا قصد فرمایا جہاں ایک طاقتور قبیلہ ثقیف سکونت پذیر تھا جس کے قریش کے ساتھ معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی تعلقات بھی تھے، نبی کریم ﷺ یہ چاہتے تھے کہ ثقیف اسلام کی طرف مائل ہوں اور ان کی طاقت اور قوت اسلام کے اعلیٰ مقاصد کے لیے

This document was created by an application that isn’t licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

استعمال ہواور وہ اس طرح اسلام کی نشر و اشاعت میں مددگار ثابت ہوں (۵۴) نبی کریم ﷺ کا ارادہ بنوثقیف کے اکابرین مثلاً عبد یالیل عمرو بن عمیر، مسعود بن عمرو بن عمیر، حبیب بن عمرو بن عمیر سے ملنے کا تھا کیونکہ ان کی قریش کے بنوجمح کے ساتھ رشتہ داری تھی لیکن سردارانِ ثقیف کا جواب سخت دل شکنی پر مبنی تھا اس پر مزید یہ کہ انہوں نے اوباش نوجوانوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا جو آپؐ پر پتھر برساتے تھے جس سے آپ کے مبارک قدم لہولہان ہو گئے (۵۵) اس دن کے بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ یہ دن آپؐ پر سخت ترین اور مشکل ترین تھا اور اس دن حضرت جبریل امین آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ اگر آپ چاہیں تو انہیں اس بات کی سزا دیں لیکن آپؐ نے انکار فرما دیا اور بارگاہِ رب العزت میں دعا فرمائی اور اس امید کا اظہار فرمایا :

"بل أرجو أن يُخرِجَ الله من اصلابهم من يعبد الله وحده و لا يشرك به شيئاً." (۵۶)
"مجھے امید ہے کہ ان کی نسلوں میں سے اللہ کی عبادت کرنے والے اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے والے لوگ ہوں گے۔"

طائف سے واپسی پر ہی جنوں کی ایک جماعت آپ ﷺ پاس حاضر ہوئی اور شرف اسلام سے فیض یاب ہوئی (۵۷) گویا یہ ایک اشارہ تھا کہ آپ ﷺ کا یہ سفر رائیگاں نہیں اور نوع انسانی سے نہیں تو ان کے علاوہ بھی ایسی مخلوق ہے جو رسالت کا اقرار کر کے حلقۂ اسلام میں داخل ہو سکتی ہے۔ (۵۸) ثقیف کے لیے نبی کریم ﷺ کا دعا فرمانا آپ ﷺ کی دعوت کی سچائی پر دلالت کرتا ہے اور آپ ﷺ کی دعا سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ شدائد اور تکالیف کے وقت دعا بہترین ہتھیار ہے جس میں اللہ تعالی سے ہمت اور صبر کا طلب کرنا اور اس سے مدد مانگنا اور ثقیف کے لیے ہدایت کی دعا ہے کہ ابھی آپ ﷺ لوگوں سے ناامید نہیں ہوئے اور ہمیشہ ان کی بھلائی کے طالب رہے، چونکہ آپ ﷺ کو عرفان الٰہی حاصل تھا، تو جنہیں عرفانِ الٰہی حاصل ہو جائے وہ عذاب الٰہی سے عام لوگوں کی نسبت زیادہ خوف کھاتے ہیں۔ فرمان الٰہی کے مطابق کہ اللہ سے ڈرنے والے وہی ہوتے ہیں جو اس کا علم رکھتے ہیں۔ صبر کی عاقبت نصرت الٰہی ہے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو مکہ کی طرف ناامید نہیں لوٹایا بلکہ جنات کی جماعت اور عدس کا اسلام لانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ رب العزت کی رحمت ہمیشہ صبر کرنے والے کے شامل حال ہوتی ہے۔

یہاں ایک بات قابل توجہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا تھی تو اہل مدینہ سے بہت زیادہ حمایت و نصرت کے عہد و پیمان لیے گئے اور ان پر یہ بات واضح کر دی گئی کہ محمد ﷺ کا ساتھ دینا پورے عرب سے دشمنی مول لینے کے مترادف ہے۔ (۵۹) لیکن جب آپ ﷺ طائف کی طرف مراجعت کا ارادہ فرماتے ہیں تو ایسی کوئی صورت حال سامنے نہیں ہے حالانکہ پورا مکہ بالخصوص صنادید قریش آپ کے سخت مخالف ہیں اور وہ واپسی پر آپ ﷺ کو پناہ دینے سے بھی انکاری تھے لیکن اس کے باوجود یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ بات ذہن مصطفیٰ ﷺ میں بالکل واضح تھی کہ اگر بنو ثقیف اسلام کی طرف مائل ہو گئے تو پھر وہ پوری طاقت رکھتے ہیں کہ صنادید و مستکبرین مکہ کا مقابلہ کر سکیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ ایک پرسکون جگہ کی ضرورت تھی جہاں نشر و اشاعتِ اسلام کا کام ہو سکے اور ثقیف وسیع زرعی اراضی کے مالک تھے اور تعداد سپاہ کے لحاظ سے کثیر اور فنون جنگ میں بھی مہارت رکھتے تھے اس کے علاوہ طائف قریش کے یمن کی طرف جانے والے قافلوں کی گزرگاہ تھی اور قریش کے باغات اور اراضی بھی طائف میں تھے نیز قریش اور ثقیف کا حلیفانہ تعلق بھی تھا۔ (۶۰) یہ تمام حقائق بتا رہے تھے کہ بنوثقیف کا اسلام کی طرف مائل ہو جانا نشر و اشاعتِ اسلام میں سنگِ میل ثابت ہو سکتا ہے۔

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

فتح مکہ کے بعد باقی قبائل نے اسلام لانے میں پیش قدمی کی لیکن بنو ثقیف پر فتح مکہ کا الٹا اثر ہوا، ثقیف و ہوازن نہایت جنگجو قبیلے تھے، اسلام کے غلبہ سے انہوں نے محسوس کیا کہ اب ان کی ریاست اور اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا اس بناء پر ہوازن اور ثقیف کے سرداروں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں پر ایک زبردست حملہ کیا جائے (۶۱) چنانچہ دوسری مرتبہ نبی کریم ﷺ کا بنو ثقیف سے سامنا غزوۂ حنین کے موقع پر ہوا اور اس وقت بھی ثقیف اس زعم میں مبتلا تھے کہ مسلمان اچھے جنگجو نہیں ہیں (۶۲) بنو ثقیف کا جنگی مہارت کا دعوی کچھ اتنا غلط بھی نہ تھا، وہ بہت اچھے تیر انداز تھے، مسلمانوں کو ان کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، اس موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا:

"یا رسول اللّٰہ احرقتنا نبال ثقیف فادع اللّٰہ علیہم "(۶۳)

''اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں ثقیف کے تیروں نے جلا دیا ہے آپ ان کے لیے ہلاکت کی دعا فرمائیں۔''

لیکن آپؐ نے ثقیف کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمایا جو آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ سے بھلائی والا معاملہ فرمایا تھا، آپؐ نے دست دعا بلند کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہم اہد ثقیفاً"(۶۴)

''اے اللہ ثقیف کو راہ ہدایت دکھا۔''

سن ۸ ہجری میں غزوہ طائف کے موقع پر جب طائف کا محاصرہ کیا گیا تو اس وقت بھی مسلمانوں کو ثقیف کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور یہی وہ جنگ تھی جس میں منجنیق اور دبابے استعمال کیے گئے (۶۵) اسی جنگ میں نبی کریم ﷺ نے ان جنگی حکمت عملی کے تحت جب ان کے کھجور کے کھیت کاٹنے کا حکم دیا تو انہوں نے درخواست کی کہ وہ کھیت کاٹے نہ جائیں اور اپنی رشتہ داری کا واسطہ دیا جس پر حضور علیہا الصلوۃ والسلام نے ان کی درخواست قبول کر لی اور ان کھجوروں کے باغات اور انگوروں کی بیلوں کو نقصان پہنچانے سے منع فرما دیا۔ (۶۶)

قدرت کی کرشمہ سازیاں بھی عجیب ہوتی ہیں ابھی اس واقعہ کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اللہ تعالی نے اہل طائف کے دل اسلام کی طرف پھیر دیئے اور انہوں نے خود بخود اسلام کی حقانیت کے سامنے اپنے سر جھکا دیئے اگرچہ اس سے قبل بھی بنو ثقیف کے افراد اسلام قبول کر چکے تھے مثلاً مغیرہ بن شعبہ جو غزوۂ خندق کے سال میں اسلام لائے اور مستقل مدینہ میں صحبت نبوی کو ترجیح دی اور معاہدہ حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے جبکہ عروہ بن مسعود اس وقت قریش کی طرف سے وفد میں شامل تھے اور وہ ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے (۶۷) لیکن من حیث القبیلہ یہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ عبد یا لیل کی سرکردگی میں یہ وفد کی صورت میں مدینہ آئے، حضرت مغیرہ بن شعبہ جو پہلے سے ہی مدینہ میں مقیم تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ایماء پر اس وفد کو خیمے لگا کر مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور اہل وفد کی بہت خاطر تواضع کی، مسجد نبوی میں ان کے ٹھہرانے کا مقصد یہ تھا تاکہ یہ براہ راست اذان، نماز اور تلاوت قرآن سنیں اور ان کے دلوں پر اس کا اثر ہو۔

اس وفد نے نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ منورہ میں کافی عرصہ قیام کیا اس دوران رئیس وفد عبد یا لیل نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کئی رعایتوں کی کی درخواست کی جن میں ترک نماز، شراب نوشی اور سودی لین دین کی اجازت کے علاوہ جہاد سے استثناء کی رعایتیں بھی شامل تھیں۔ نماز اور زکوۃ کے بارے میں کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"...لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع "(۶۸)

''اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں رکوع (معبود برحق کے سامنے جھکنا) نہ ہو۔''

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

زکوۃ اور جہاد کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے انہیں وقتی طور پر مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب اسلام ان کے دل میں راسخ ہو جائے گا تو یہ خود بخود ہی زکوۃ بھی دیں گے اور جہاد کے لیے بھی نکلیں گے(۶۹)البتہ سود کے بارے میں بنوثقیف کو غلط فہمی رہی، واقعہ ایسے تھا:

> "The Holy Prophet (s.a.w.w) instead signing that treaty simply orderd to write a sentence on the proposed draft that Banu Thaqif will have the same rights as other muslims have"(۷۰)

> ''نبی کریم ﷺ نے شرائط نامے پر دستخط کرنے کی بجائے اسی پرچے پر صرف اتنا لکھنے کا کہا کہ بنوثقیف کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہیں۔''

اس بات سے بنوثقیف نے یہ اندازہ لگایا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی یہ شرط مان لی ہے اور انہوں نے بنوعمرو بن مغیرہ سے سودی رقم کا مطالبہ کر دیا جسے انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اسلام میں سود منع کر دیا گیا۔بنوثقیف کا یہ معاملہ گورنر مکہ عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا جو اسے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لے گئے جس پر سورۂ بقرہ کی آیات نازل ہوئیں(۷۱)اس سے بنوثقیف پر سود کی حرمت واضح ہوگئی کہ یہ حکم سب کے لیے ہے کسی کو بھی استثناء حاصل نہیں ہے۔

قبیلہ ثقیف جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ کھردرے لوگ تھے، پھر جس طرح وہ طائف میں آباد ہوئے اس سے بھی ان کی فطرت کا پتہ چلتا ہے کہ سخت کوشی اور مشکل سے مشکل کام سرانجام دینا اور جس بات کی ٹھان لینا اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر چین سے نہ بیٹھنا اور ایسی طبعیت کے لوگ اپنے اصولوں میں بہت سخت ہوتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ثقیف کے کچھ افراد کی نشاندہی بھی فرمائی جس سے اس خاندان کے تاریخی کردار پر روشنی پڑتی ہے۔آپ ؐ نے فرمایا کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ہلاکو ہوگا(۷۲)جس وقت حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا تھا کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ہلاکو ہوگا،کذاب تو ہم نے (مختار ثقفی کی صورت میں)(۷۳)دیکھ لیا مگر اے حجاج! میرا گمان ہے کہ ہلاکو تو ہی ہے(۷۴)حجاج بن یوسف ثقفی جب گورنر کی حیثیت سے کوفہ آیا تو اس نے آتے ہی وہ خطبہ دیا جسے تاریخ میں "خطبہ بتراء" کہا جاتا ہے۔جس میں اس نے بغیر حمد و ثناء کے یہ اعلان کیا کہ میں بہت سخت کوش ہوں اور اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سروں کی کھیتیاں پک کر تیار ہو چکی ہیں اور اب انہیں کاٹنے کا وقت ہے اور مجھے اسی کام پر مامور کیا گیا ہے، حجاج کی سختی اور ظالمانہ طبعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار افراد باندھ کر قتل کیے اور جب وہ فوت ہوا تو اس کی قید میں ہزاروں مرد اور عورتیں تھے۔(۷۵)

دراصل بات یہ ہے کہ بنوثقیف چونکہ فنون جنگ میں ماہر اور اٹل ارادے والے، درشت طبعیت اور تندخو تھے نیز اپنے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے سلسلہ میں طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہیں کرتے تھے، ان کی زیادہ تر سرگرمیاں اموی حکومت کے پایۂ تخت کو بچانے کے سلسلہ میں نمایاں ہیں، جیسا کہ ۵۶ھ۔۸۶ھ تک ولید بن عبدالملک کی حکومت کے ساتھ حجاج کا گورنر کوفہ کی صورت میں بھرپور تعاون رہا اور عبیداللہ ثقفی کی خدمات بھی ردِ خوارج کے سلسلہ میں نمایاں ہیں(۷۶)مبیر یعنی ہلاکو سے حجاج کے کثرت قتال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جہاں قریش کے ساتھ اپنی محبت کے اظہار کے طور پر اور ان کی نیک نیتی کو ظاہر کرنے کے لیے ذکر فرمایا کہ آئندہ صرف قریش سے ہی ہدیہ لیا جائے گا وہاں ساتھ ثقیف کا بھی ذکر ہے(۷۷)اسی طرح نبی کریم ﷺ

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نے روز قیامت شفاعت کے سلسلہ میں جہاں قریش کی شفاعت کا ذکر فرمایا وہاں ثقیف کا تذکرہ بھی ہے کہ ا روز قیامت سب سے پہلے میں جن کی شفاعت کروں گا وہ اہل مدینہ، اہل طائف اور اہل مکہ ہیں اور یہ حدیث صحیح کے حکم میں ہے (۷۸) اہلِ طائف یعنی ثقیف کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جب تمام قبائل ارتداد کے فتنہ میں مبتلا ہوئے تو یہ ثقیف ہی تھے جو نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ مرتدین کا قلع قمع کرنے میں بھی صف اول میں رہے۔(۷۹)

نبی کریم ﷺ نے مختلف قبائل کے لیے دعائے خیر یا ہدایت کی دعا فرمائی جن میں بنو ثقیف بھی قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ، بعض مقامات پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا گیا ہے، پسند اور ناپسند کے حقیقی اسرار و رموز تو اللہ رب العزت ہی بہتر جانتے ہیں مگر تاریخ کے مطالعہ سے اس قبیلے کے انداز فکر اور مثبت ومنفی نقطہ ہائے نظر کا اندازہ بہ آسانی لگا یا جا سکتا ہے۔عمران بن حصین کی روایت جو سنن ترمذی میں ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے وصال تک تین قبیلوں کی تکریم فرماتے تھے جن میں بنو ثقیف، بنو حنیفہ اور بنو اُمیہ شامل ہیں اس حدیث کی شرح میں مولانا انور کشمیری نے حواشی میں لکھا ہے کہ بعض نسخوں میں "یُکرم "یعنی تکریم کرتے تھے کی جگہ "یَکرَہ "یعنی نفرت یا ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے، ذکر ہے۔(۸۰) محمد بن عبداللہ الخطیب نے اسی حدیث کو عمران بن حصین سے ہی روایت کیا ہے لیکن اس میں "یُکرم" کی جگہ "یَکرَہ" ہے (۸۱) اس تضاد کے سلسلہ میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ ہوسکتا ہے اصل میں "یُکرم" اور تحریف (۸۲) کی وجہ سے "یَکرَہ" ہوگیا۔دوسرا احتمال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کراہت کسی کے لیے بھی کبھی مستقل نہیں تھی کیونکہ افراد سے نفرت اللہ کے رسول کا خاصہ نہیں ہے بلکہ برے اعمال سے ہی آپ ؐ نے نفرت فرمائی اور اسی کی تلقین فرمائی۔

الغرض بنو قریش اور بنو ثقیف کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے فرمودات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قریش کو بنو ثقیف پر کئی طرح سے برتری اور فضیلت ہے اگر چہ بنو ثقیف بھی حجاز کا بہت با اثر قبیلہ تھا، مگر نبی کریم ﷺ کا قریش میں سے ہونا اور قدرت کا خود لالہ کی حنا بندی کے مصداق قریش کو ممتاز کر گیا۔ایک اور حقیقت یہ کہ زمانہ جہالت میں بھی قریش کے کچھ افراد دین حنیف پر قائم رہے مزید یہ کہ بیت اللہ شریف کی تولیت کی وجہ سے بھی قریش کو ناموری اور ہر خوف سے امن حاصل تھا، لوگوں کے دلوں میں ان کی تعظیم زمانہ جاہلیت میں بھی تھی اور زمانہ اسلام نے ان کی لوگوں کے قلب اذہان میں عزت واحترام کو دوچند کر دیا اور جس طرح زمانہ جاہلیت میں مرجع خلائق تھے اسی طرح زمانہ اسلام میں بھی عام وخاص تحصیل علم کے لیے انہی کی طرف رجوع کرتے ،اللہ نے جو اعزاز انہیں بخشا انہوں نے تبلیغ دین کے لیے اسے بھرپور طریقے سے استعمال کیا۔

دونوں قبائل کا ارشاداتِ نبوی کی رو سے موازنہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جو جتنا منبۂ علم وحکمت کے قریب رہا وہ پرآشوب دور میں بھی مستحکم رہا اور ان میں ارتداد کی بو بھی نہ پائی گئی۔چونکہ دور جاہلیت میں بھی قریش دین حنیف کی طرف زیادہ مائل تھے اس لیے فتح مکہ سے قبل ان کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا کیونکہ اسلام ان کی اس طعبیت اور ان کے اصولِ زندگی سے قریبی مماثلت رکھتا تھا جس نے انہیں دور جاہلیت میں بھی حلف الفضول جیسے پرامن معاہدے کی طرف دعوت دی۔لہذا جب اسلام آیا تو ان کے وہ عقائد جن پر گرد جم کر دھندلا چکے تھے وہ نکھر کر سامنے آ گئے۔

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حواشی وحوالہ جات

۱ ابن منظور جنی، لسان العرب، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۹ء، بذیل مادہ (ق ب ل)؛ تاج العروس لزبیدی، بذیل مادہ (ق ب ل)

۲ From Wikipedia, the free encyclopedia

۳۔ ابن منظور جنی، لسان العرب، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۹ء، ۱/۲۲ بذیل مادہ (ق ب ل)

۴۔ القرآن الکریم: ۱۳/۳۳

۵۔ احمد بن حنبل، ابو عبدالله شيباني، المسند بيروت، لبنان، المكتب الاسلامى للطباعة و النشر، موسسة الرسالة ١٩٧٨ء: ٢/٣٧٤ حديث: ٨٨٥٥، حاكم، ابوعبدالله محمد بن عبدالله بن محمد، المستدرك على الصحيحين، دارالكتب العلميه، بيروت، لبنان، ١٩٩٠ء: ٤/١٧٨ حديث: ٧٢٨٤، ابو القاسم سليمان بن احمد بن ايوب بن مطيراللخمى، المعجم الاوسط، قاهره، مصر، دارالحرمين، ١٤١٥هـ، ٨/١٧٢، حديث: ٨٣٠٨

۶۔ تفصیل کیلئے دیکھئے ابن حزم الاندلسی، جمہرۃ انساب العرب، مطبوع اگست ۱۹۶۲ء، ص ۹۔۱۰، ۳۲۹، ۴۶۲، ۴۶۳۔، ۴۸۳، ۴۸۵، ۴۴، ۴۴۰

۷۔ ایضاً ص ۴۸۶۔۴۸۵، ۱۰۔۹، ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن اَیوب حمیری، (السيره النبوية) سیرت ابن ھشام، مطبوعہ ۱۹۵۵ء، ص ۲۵

۸۔ ابوالفدا اسمعیل بن کثیر، البدایہ والنھایہ، مطبوعہ ۲۰۱۰ء، ۱۔۴/۲۲۰

۹۔ ابن حزم الاندلسی، جمہرۃ انساب العرب: ص ۱۲، السیرۃ الحلبیہ، ۱/۲۶۔ عبدالرحمٰن السھیلی، الروض الانف، دارالکتب الحدیثہ، ۱/۲۸؛ ابی الفدا اسمعیل بن کثیر، البدایہ والنھایہ، دار ابن کثیر، بیروت، ۲۰۱۰ء، ۱۔۴/۲۱۹

۱۰۔ اسمعيل ابن كثير، البدايه والنهاية، مطبوعه، ٢٠١٠ء، ١۔٤/٢١٩؛ ١/٢٦۔ عبدالرحمن بن، اعبدالرحمن بن عبدالله بن احمد الحثمى السهيلى، السيرة الحلبيه، ايضاً، مطبوعه، ١٤١٢هـ، ١/٢٨

۱۱۔ المتقی الھندی، کنز العمال، مطبوعہ ۱۹۸۱ء: ۱۲/۳۵، حدیث: ۳۳۸۷۲،

۱۲۔ ابو عبداللہ الحاکم النیساپوری، المستدرک، دارالفکر بیروت مطبوعہ ۱۹۹۷ء، کتاب التفسیر تفسیر سورۂ قریش: ۲/۵۳۶۔ المتقی الھندی، کنز العمال، ۱۲/۳۵ حدیث: ۳۳۸۷۲۔

۱۳۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، مطبوعہ ۱۹۵۵ء، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی: ح ۲۲۷۶، الترمذی، کتاب التفسیر القرآن، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل: ۵/۳۰۵، حدیث: ۳۱۴۶، ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ۱۹۹۸ء، ۳/۵۸۷، حدیث: ۱۳۴۸، کتاب الزہد ذکر الشفاعہ، ۳/۱۴۴۰، حدیث: ۴۳۰۸۲، ابوعبداللہ الحاکم النیساپوری، المستدرک، ۴/۵، حدیث: ۱۰۵۷، مسند احمد بن حنبل، ۲/۳، البرّی، التلمسانی، محمد بن ابی بکر بن عبداللہ بن موسیٰ، دارالرفاعی للنشر والتوزیع۔ الریاض، ۱۹۸۳ء، الجوھرہ فی نسب النبی واصحابہ العشرہ، ۱۰/۶، العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، دارالریان للتراث، ۱۹۸۶ء، فتح الباری، ۶/۵۲۹، الطبقات، ۱/۵، کتاب المنمق فی اَخبار قریش للبغدادی، ۱/۲۱۔۲۲۔ احمد بن علی العسقلانی المعروف بابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، بیروت، لبنان، دارالفکر، ۱۹۹۳ء، ۴/۲۷

۱۴۔ القرآن الکریم: ۲/۱۲۹

۱۵۔ خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون، الدارالبیضاء ۲۰۰۵ء، ۱/۲۰۲ مقدمہ ششم

۱۶۔ ابونعیم الاصبہانی، دلائل النبوہ، دارالنفائس بیروت، ۱۹۸۶ء، ۱/۱۸۹؛ قاضى عياض، ابوالفضل عياض بن موسىٰ بن عياض بن عمرو بن موسىٰ يحصبى، الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ، بيروت، لبنان، دارالكتاب العربى، ١/١٠، مرعى بن يوسف بن ابى بكر بن احمد، مسبوك الذهب فى فضل العرب و شرف العلم على شرف النسب، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع المملكة العربية السعودية، الریاض، ۱۹۹۰ء، ۱/۲

۱۷۔ the aArabs a short history by Philip k Hitti :p. 181, the original Arabs the Bedouin

۱۸۔ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، الطبقات الكبرىٰ، بيروت، لبنان، دار بيروت لطباعة والنشر، ۳/۲۷۳؛ حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

بن محمد، المستدرك على الصحيحين، مكه مكرمة، سعودى عرب، دارالباز للنشر والتوزيع، ۲۷۳/۲، ازرقی، ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن ولید بن قعمی الازرقی، اخبارِ مكه وما جاء فيها من الاثار، مکہ مکرمہ، سعودی عرب، مکتبہ الثقافہ ۱۴۲۳ھ، ۴۷۲/۱۔

۱۹۔ صحیح بخاری، باب مناقب قریش وذکر القبائل: ح ۱۸۴۹، الأنساب للسمعانی: ۳۰۴/۴، مشکوٰۃ، باب مناقب قریش وذکر القبائل، ۵۳۱/۷

۲۰۔ شیخ علی المتقی، کنز العمال، حیدر آباد دکن، ۱۳۱۲ھ، ۲۶۲/۱

۲۱۔ حلبی، نورالدین بن علی بن ابراہیم بن احمد، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (السیرہ الحلبیۃ)، دارالمعرفۃ بیروت، لبنان، ۱۴۰۰ھ، ۴۵۷/۱۔۴۸۷

۲۲۔ A new introduction to Islam by Wiley Blackwell, Mecca and the Qurysh p.27-28, U.S.A. Second eddition 2009

۲۳۔ قصی نے تمام منتشر و پراگندہ قبائل قریش کو ایک مرکز یعنی مکہ میں جمع فرما کر ان میں اجتماعی وحدت کی بنیاد رکھی اور مکہ میں ایک شہری مملکت کی بناء ڈالی۔

۲۴۔ البغدادی، محمد بن حبیب بن امیہ بن عمرو الھاشمی، المنمق فی اخبار قریش، عالم الکتب بیروت، ۱۹۸۵ء: ۲۲/۱، شیخ علی المتقی، کنز العمال، ۸۸/۱۲، حدیث: ۳۴۱۱۲، موسسۃ الرسالہ بیروت، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱۷۸/۲، حدیث: ۲۸۹۲، دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۵۔ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر، ۱۱۰/۶، حدیث: ۱۵۰۵۷

۲۶۔ سہارنپوری، احمد علی، حاشیہ بخاری، کراچی، ۶۰۱/۲ باب مناقب قریش وذکر القبائل، ۲۱۷/۴۔۲۱۸، باب الامراء من قریش، ۷۷/۹، الطیبی، امام شرف الدین الحسین بن محمد بن عبداللہ، شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، ۲۰۰۱ء، ۱۹۶/۱۱، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سنن، دارالکتاب العربی بیروت لبنان، ۱۴۰۷ھ، ۱۶۸/۲، حدیث: ۲۵۱۷۲

۲۷۔ ولی الدین محمد عبداللہ، اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۹۱۶ء، باب مناقب قریش، فصل اول، ۶۱۹/۴

۲۸۔ القرآن الکریم: ۱۴۳/۲

۲۹۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، اردو ترجمہ بمعہ اصل متن (منظور الوجیدی)، غلام علی اینڈ سنز لاہور، باب نمبر ۲۶

۳۰۔ احمد بن حنبل، ابو عبداللہ شیبانی، المسند، المکتب الاسلامی بیروت لبنان، ۱۹۹۹ء، ۱۵۳/۳، حاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد المستدرك على الصحيحين، دارالباز للنشر والتوزیع، سعودی عرب، مکہ مکرمہ، کتاب معرفۃ الصحابہ، ۷۶/۴، السنن الکبریٰ، کتاب الصلوۃ، باب من قال یومھم ذونسب ۔۔۔ الخ، ۱۳۱/۳، کتاب قتال اھل البغی، باب الأئمۃ من قریش، ۱۴۳/۸، المعجم الکبیر، حدیث: (۷۲۵) ۲۵۲/۱

۳۱۔ ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری، باب مناقب قریش، ۴۹۶/۱، قدیمی کتب خانہ کراچی، مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج بن وردالقشیری النیشاپوری، الصحیح، بیروت، لبنان، داراحیأ التراث، کتاب الامارہ، باب الناس تبع لقریش ۔۔۔ الخ، ۱۱۹/۲، احمد بن حنبل الشیبانی المسند، المکتب الاسلامی بیروت، ۳۳۱/۳، ۳۷۹؛ المعجم الاوسط حدیث: (۵۵۹۲) ۲۷۷/۶، مکتبہ المعارف ریاض

۳۲۔ سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان تاریخ الخلفاً، مطبع مجتبائی دہلی، احوال معتصم باللہ، ص ۳۳۰۔۳۳۱

۳۳۔ ابوالکلام آزاد، مسئلہ خلافت، مکتبہ جمال لاہور، ص ۷۹

۳۴۔ ایضاً: ص ۱۰۶۔۱۰۸

۳۵۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، باب سیرۃ الملوک، الارتفاق الرابع، ص ۹۴۔۹۸، ۳۰۲

۳۶۔ آلوسی ابوالفضل شہاب الدین السید محمود بن عبداللہ حسینی بغدادی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، لبنان، داراحیأ التراث العربی، ۲۷۳/۲۹

۳۷۔ نزھۃ القاری، باب المناقب، حدیث: ۱۸۵۴، شیخ علی المتقی، کنز العمال، ۷۷/۱۴، حدیث: ۳۷۹۸۳

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۳۸۔ الوردی، عمر بن مظفر بن عمر بن محمد بن ابی الفوارس، ابی حفص زین الدین، تاریخ ابن الوردی، دالکتب العلمیہ، لبنان، ۱۹۹۶ء، ۲۹۲/۱

۳۹۔ ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی بن ضحاک، ترمذی، الجامع الصحیح، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، باب فی ثقیف و بنی حنیفہ، ۲۳۳/۲

۴۰۔ احمد بن حنبل الشیبانی، المسند، المکتب الاسلامی بیروت، حدیث رفاعہ بن رافع، ۳۴۰/۴، کنز العمال، ۷۵/۱۱

۴۱۔ ابونعیم، احمد بن عبداللہ الاصفہانی، حلیۃ الاولیاؤ طبقات الاصفیاء، ۱۹۹۶ء، دارالکتاب العربی بیروت، (ت) ۴۲۵، ترجمہ عبداللہ بن وھب، ۳۲۹/۸، شیخ علی المتقی، کنز العمال، ۳۸/۱۲، ۴۰، ۴۱، حدیث: (۳۳۸۸۹)، (۳۳۹۰۳)

۴۲۔ احمد بن موسی بن علی بن حسین ابوبکر البیہقی، دارالوفاء منصورہ، قاہرہ، ۱۹۹۱ء، معرفۃ السنن والآثار، حدیث: ۱۰۵

۴۳۔ القرآن الکریم: ۱۱۰/۱۔۳

۴۴۔ حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد المستدرک علی الصحیحین، ذکر القبائل، ذکر فضائل القریش، ۷/۵، حدیث: ۱۱۴۷

۴۵۔ محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزی، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دارلکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۱ء، ۲۶۲/۱۱، شیخ علی المتقی کنز العمال، ۹۵/۱۴۔

۴۶۔ حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد المستدرک علی الصحیحین، ۵/۵۔

۴۷۔ جلال الدین سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، قاہرہ، ۲۰۰۳ء، ۵۷۸/۸، آلوسی ابوالفضل شہاب الدین السید محمود بن عبداللہ حسینی بغدادی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ۴۷۰/۱۵

۴۸۔ احمد بن حنبل الشیبانی، المسند، ۳۴۰/۴، ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم، المصنف، مکتبۃ الرشد، الریاض، ۱۴۰۹ھ، کتاب الفضائل، ۱۶۸/۱۲، حدیث: ۱۲۴۳۳، ابی القاسم سلمان بن احمد الطبرانی، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیہ قاہرہ، ۴۵/۵، ۴۶، حدیث: ۴۵۴۴، ۴۵۴۵

۴۹۔ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، الصحیح البخاری، قدیمی کتب خانہ کراچی، کتاب النفقات، باب حفظ المراۃ زوجہا فی زات یدہا، ۲۰۸/۲، مسلم بن الحجاج صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل نساء قریش، ۳۰۷/۲۔۸، احمد بن حنبل الشیبانی، المسند، المکتب الاسلامی بیروت، عن أبی ھریرہ، ۲۶۹/۲، ۳۱۹، ۳۹۳، ۵۰۲۔

۵۰۔ سعید الخوری الشرتونی، اقرب الموارد فی فصح العربیۃ الشوارد، مکتبہ الخانجی، ۲۰۱۱ء، ۳۵۰/۱

۵۱۔ محمد بن محمد بن عبدالرزاق الحسینی، الزبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، دارالہدایہ ۲۰۱۰ء، بذیل مادہ (ث ق ف)، ۵۳/۶، ۵۲)

۵۲۔ احسان النص، العصبیۃ القبیلۃ واثرھا فی الشعر الاموی، دارالیقظۃ العربیۃ، قاہرہ، ۱۹۶۳ء، ص ۴۲

۵۳۔ ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ، ص ۴۶؛ ابن قتیبہ، المعارف، ص ۹۱، ابن عبدربہ، العقد الفرید، ۳۰۲/۳، ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص ۲۶۶، ابن الوردی، تاریخ، ۵۰/۱، ابومحمد عبدالملک ابن ہشام بن ایوب الحمیری، دارالصحابہ للتراث بطنطا، ۱۹۹۵ء؛ السیرۃ النبویۃ، ص ۵۲، احمد بن محمد بن عبدربہ م، العقد الفرید، مکتبۃ المعارف، الریاض ۱۹۸۳ء، ۳۰۲/۳، ابوعبداللہ محمد بن عمران المرزبانی، معجم الشعراء، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۹۸۲ء، ص ۲۲۱، ابن حزم، جمھرہ انساب العرب، ص ۲۶۶، محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۱۹۸۷ء، ۶۰۴/۱؛ ڈاکٹر عاطف عباس حمودی القیسی نے اپنے مقالہ ”ثقیف ودورھا فی التاریخ العربی الاسلامی حتی اواخر العصر الأموی“ میں ثقیف کے نسب میں جو اختلافات ہیں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور یہ مقالہ ۲۰۰۲ء میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس بارے میں جامعہ کویت میں ”مدینۃ الطائف ودور قبیلۃ ثقیف من العصر الجاھلی الأخیر حتی قیام الدولۃ الأمویۃ“ کے عنوان سے بھی مقالہ لکھا جا چکا ہے جس میں ثقیف کے نسب پر بالتفصیل بحث کی گئی ہے لہذا اب ثقیف کے نسب پر مزید بالتفصیل بات کرنا تحصیل حاصل ہے۔ جبکہ یہاں اس سلسلے میں جو اختلافات تھے اور جن آراء پر ماہرین انساب کا اتفاق ہے ان تمام کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

۵۴۔ ابومحمد عبداللہ بن مسلم، ابن قتیبہ، المعارف، دارالمعارف، قاہرہ، ص ۱۵۱، احمد بن یحی بن جابر بن داود البلاذری، أنساب الأشراف، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۶ء، ۲۳۷/۱، ابن اثیر الکامل، ۹۱/۲۔

۵۵۔ ابن ہشام، السیرہ النبویۃ، ص ۴۱۹، ۴۲۰، ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، تاریخ الطبری تاریخ الرسل والملوک، دارالمعارف، مصر، ۳۴۴/۱، ۳۴۵، الکامل لابن اثیر، ۹۱/۲، ۹۲

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۵۶۔ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، الجامع الصحیح ،حدیث: ۳۲۳۱،صحیح مسلم،تحقیق محمد فواد عبدالباقی ،دار حیاء الکتب العربیہ،مصر۱۹۵۵ء،ص ۱۴۲۰، یحیٰ ابن الحسن الاسدی الحلی المعروف بابن بطریق ،العمدہ عیون صحاح الاخبار فی مناقب امام الابرار،الموسسۃ النشر الاسلامی، ۱۳۰۷ھ،ص ۳۳۵۔۳۳۶،الروض الانف،۲۶۲/۱

۵۷۔ موقع مقالات> السیر ۃ النبویہ > من البعثۃ الی الہجر ۃ

۵۸۔ ابی جعفر محمد بن جریر الطبر ی،تاریخ الطبر ی،۳۴۶/۲۔۳۴۷،الاحقاف:۳۰

۵۹۔ ہجرت الرسول الی المدینۃ المنورۃ،علامہ راغب سرجانی۔قصۃ الاسلام فی سطورwww.islamstory.com،ابی الفداء اسمٰعیل بن کثیر،البدایہ والنھایہ،۳/ باب الھجر ۃ من مکۃ الی المدینۃ

۶۰۔ الدکتور نبیہ عاقل،تاریخ العرب قدیم وعصر الرسول،دمشق،۱۹۶۸ء،ص ۴۱۹،ابن ہشام،السیر ہ النبو یہ،ص ۴۱۹،احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب،تاریخ الیعقوبی،شرکۃ الاعلمی للمطبوعات،بیروت،لبنان،۲۰۱۰ء،۳۶/۲۔ابی جعفر محمد بن جریر الطبر ی، تاریخ الطبر ی،۳۴۴/۲،اعبدالرحمٰن السھیلی ،الروض الانف،دار الکتب الحدیثۃ،۲۶۰/۱،ابی الفداء اسمٰعیل بن کثیر ،البدایہ والنھایہ، ۱۴۹/۲،الدکتور صالح احمد یعلی،محاضرات فی تاریخ العرب،مطبعۃ الارشاد، بغداد،۱۹۶۸ء،ص ۳۷۷

۶۱۔ ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی المعروف بابن سعد،الطبقات الکبری،دار الکتب العلمیہ ،بیروت ۱۹۹۰ء،۴۸۸/۱۔ابوالعباس احمد بن یحیٰ بن جابر البلاذری،فتوح البلدان،موسسۃ المعارف،بیروت،۱۹۸۷ء،ص ۴۹۔۵۲

۶۲۔ محمد بن عمر بن واقد السھمی الاسلمی ،ابواعبداللہ الواقدی (م- ۲۰۷ھ)،المغازی،دار الاعلمی بیروت ،۱۹۸۹ء،۸۸۵/۳۔۸۸۶،ابو العباس احمد بن یحیٰ بن جابر البلاذری،فتوح البلدان،ص ۴۹۔۵۲

۶۳۔ ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی بن ضحاک ،ترمذی،الجامع الصحیح ، فی ثقیف وبنی حنیفہ،۱۲/۲،۷۱،سنن أحمد،حدیث:۴۳۴۷،عبداللہ بن محمد بن ابرھیم ابی شیبۃ العبسی ،مصنف لابن أبی شیبہ،الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر ۱۹۹۴ء،کتاب الفضائل،باب ما جاء فی ثقیف، ۶۷/۷،حدیث:۳۲۷۷،ابوالعباس احمد بن یحیٰ بن جابر البلاذری،فتوح البلدان،ص ۶۸،ابن ہشام،السیر ہ النبو یہ،۸۱۹/۱،ابی جعفر محمد بن جریر الطبر ی،تاریخ الطبر ی،۳۴۴/۱

۶۴۔ ایضاً

۶۵۔ ابوبکر احمد بن یحیٰ ابن جابر البلاذری،أنساب الأ شراف،۳۶۶/۱،Muhammad at Madina.p.73،

۶۶۔ ابن ہشام،السیر ۃ النبو یہ،ص ۷۹۳،الروض الأنف،۱۱۹/۱

۶۷۔ زندگینامہ مغیرہ بن شعبہ ثقفی وتحلیل شخصیت وی،تراجم اعلام،مکتبہ اسلامیہ، ،دانش آموختہ رشتہ اسلام سطح ۲ مرکز معلومات باذاعۃ السودانیہ،ص ۲۶۔۲۸۔انبیاء ورسل وصحابہ۔المغیر ہ بن شعبہ الثقفی للکاتب،أبی داؤد،حدیث:۲۷۶۵

۶۸۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی ،سنن أبی داؤد،مکتبہ عصریہ،بیروت ،کتاب الخراج والامارۃ والفئی،باب ما جاء فی خبر طائف،حدیث:۳۰۲۶،ص ۱۶۴

۶۹۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی،سنن أبی دؤد،حدیث:۳۰۲۵

۷۰۔ understanding islamic finance,Muhammad Ayub,Restrained individual '. freedom.2-5.4

۷۱۔ القرآن الکریم، ۲۷۸/۲۔۲۷۹، ابن حجر عسقلانی،ابوالفضل احمد بن علی بن حجر الشافعی ،الاصابہ فی تمیز الصحابہ،۴۶۲/۱ ت(۱۵۸۶)،ابن اثیر،ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری،اسد الغابة فی معرفة الصحابة، دالالکتب للعلمة ،بیروت لبنان ،ت(۱۶۵۲) ۶۵/۲،الذھبی،الحافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان،تجرید اسماء الصحابہ،دار المعرفہ، بیروت،لبنان،۱۸۱/۱

۷۲۔ مسلم ،ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد القشیری النیشا پوری ،الصحیح ،باب ذکر کذاب ثقیف ومبیرھا، ابی الفداء اسمعیل بن کثیر ،البدایہ و النھایہ، ۱٤٠/۹،الصحیح ،فضائل الصحابہ، حدیث:۲٥٤٥،مسند احمد، ۸۷/۲،الذھبی ،شمس لدین محمد بن احمد بن عثمان سیر اعلام النبلاء موسسة الرسالة ،بیروت ،۱۹۹٦ء،

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۵٤٣_٥٤٢/٣

۷۳۔ ابی محمد عبداللہ بن مسلم، المعارف، :ص۴۰۰، ترمذی، حدیث: ۲۲۲۰ ص ۴۳۳

۷۴۔ ایضاً

۷۵۔ ایضاً

۷۶۔ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب، تاریخ یعقوبی، ۳۲۴/۲، الاَ خبار الطّوال، ص ۲۶۹۔۲۷۵، ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری، الکامل فی التاریخ، دار صادر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ء، ۵۱۷/۳

۷۷۔ عبداللہ بن محمد بن ابرھیم ابی شیبہ العبسی، مصنف ابن اَبی شیبہ، ۵۶/۷، ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی بن ضحاک الاسلمی الترمذی، سنن ترمذی، حدیث: ۳۹۴۶

۷۸۔ سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن ابن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، حدیث: ۲۸۳۱

۷۹۔ ابی الفداء اسمعیل بن کثیر، البدایہ والنھایہ، ۳۰۱/۲، طبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید، تاریخ الامم والملوک، ۲۵۳/۲، عبدالرحمٰن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، بیروت، لبنان، ۴۴۴/۲۔

۸۰۔ ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی بن ضحاک الاسلمی الترمذی، جامع الترمذی، حواشی مولانا انور شاہ کشمیری، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، ۲۱۷/۲

۸۱۔ محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۲۰۰۱ء، کتاب المناقب والفضائل، ص ۳۲۹

۸۲۔ یعنی غلطی سے حرف کا حرف سے بدل جانا، جیسے یہاں پر "ہ" گول "ۃ" سے بدل گئی

This document was created by an application that isn’t licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.